



## ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 12 --- جلد نمبر 2 --- شماره نمبر 1 --- دسمبر 1971، جنوری 72ء --- شوال، ذیقعدہ 1391ھ

### ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبد الرحمن مدنی      مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبد الرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور  
محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

### گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے      زیر سالانہ: 200 روپے      بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com      www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

## اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاترہ کرافہام و تفہیم امت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ  
محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

- 2 ..... ماضی کا جائزہ اور مستقبل کا عزمِ صمیم
- 5 ..... آنحضرت ﷺ اور کثرتِ ازواج
- 13 ..... سوال
- 14 ..... قاضی سلیمان منصور پوریؒ اور مشنری سرگرمیاں
- 17 ..... ذی قعدہ
- 18 ..... قومِ نوح۔ قرآنِ کریم کے آئینہ میں
- 25 ..... کاش انسان کے دل میں غمِ انساں ہوتا
- 26 ..... سانحہ مشرقی پاکستان اور ہم
- 32 ..... ماہنامہ محدث لاہور ”معاصرین کی نظر میں“

## فکر و نظر

### محدث کا نیا سال

### ماضی کا جائزہ اور مستقبل کا عزمِ صمیم

الحمد للہ ”محدث“ کا پہلا سال بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اور زیرِ نظر شمارے سے بفضلہ تعالیٰ ہم دوسرے سال میں قدم رکھ رہے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس عرصہ میں ہمیں توقع سے بڑھ کر کامیابی حاصل ہوئی اور ”محدث“ مقبولِ عام ہوا۔ یہ سب کچھ اللہ ارحم الراحمین کے رحم و کرم سے ہے جس نے ہمیں نامساعد حالات میں اپنے تبلیغی فریضہ کی ادائیگی کی توفیق دی اور مشکل اور کٹھن حالات میں اسے جاری رکھنے کی ہمت عطا فرمائی۔ ہمیں اپنی قابلیت اور وسائل کے متعلق نہ تو پہلے کوئی خوش فہمی تھی اور نہ ہم اب کسی خود فریبی کا شکار بننا چاہتے ہیں۔ اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کے مکمل اعتراف کے ساتھ مستقبل کے لئے عزمِ صمیم رکھتے ہوئے اپنی ساری امیدیں اللہ اعلم الحکمین کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں۔ **ہو مولکم، نعم البولی، ونعم النصیر۔**

اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل کے ساتھ بزرگوں، دوستوں اور دینی حلقوں کی طرف سے مخلصانہ دعائیں، تحسین و تبریک، مفید مشورے اور بے لاگ تبصرے ہمارے لئے حوصلہ افزاء اور بہترین معاون بنے۔ اہل علم و اہل قلم حضرات نے اپنی قیمتی نگارشات سے ”محدث“ کو مزین فرمایا، اور احباب نے خود خریداری قبول کر کے اور دوسروں کو ترغیب دے کر اس دینی رسالے کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا۔ ایجنٹ حضرات نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون فرما کر اپنے ملی و دینی جذبہ کا اظہار فرمایا۔ ہم سب کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

ہمارے لئے یہ بات مسرت افزا ہے کہ اس کارِ خیر میں دوسرے احباب کی طرح صحافی برادری نے بھی ہماری مدد فرمائی اور اس سلسلہ میں جہاں اپنے مؤقر جرائد و رسائل میں ”محدث“ پر تبصرے فرما کر اسے اپنے حلقوں میں متعارف کرایا، وہاں اس کے ادارتی مقالات، مجلس التحریر اور قلمی معاونین کی علمی نگارشات کو اپنے مجلات میں شائع فرما کر دوسروں تک ہماری آواز پہنچائی۔

خوش کن ہے یہ امر کہ جس طرح ”محدث“ کا خیر مقدم ان معاصرین نے خندہ پیشانی سے کیا جو اندازِ نظر اور طرزِ فکر میں ہمارے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اسی طرح دوسرے مکتبِ فکر نے بھی بخل سے کام نہیں لیا۔ بلکہ تحقیقی اور اصلاحی سلسلہ میں ہمارے منصفانہ اور معتدلانہ طرزِ عمل کی داد دی، اس سے ہمارے ان عزائم کو تقویت ملی جن کا اظہار ہم نے ”محدث“ کے اجراء کے وقت پہلے ادارہ میں کیا تھا۔ مختلف جرائد و رسائل نے ”محدث“ پر اپنی جن قیمتی آراء کا اظہار فرمایا ہے اسے ”محدث“ میں بھی شائع کیا جا رہا ہے اور تین چار قسطوں میں یہ سلسلہ ختم ہو گا۔ توضیح کے لئے بعض کے آخر میں ادارتی نوٹ بھی دے دیئے گئے ہیں۔ جن پرچوں نے ہمارے بعض مضامین پسند فرما کر ان کی اشاعت فرمائی، ان میں ہفت روزہ ”المنبر“ لائل پور، ہفت روزہ ”رضا کار“ لاہور، ماہنامہ ”ناران“ کراچی اور ماہنامہ ”الجامعہ“ ضلع جھنگ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ہم اپنے جملہ بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خواہوں اور صحافتی برادری کا پر زور شکریہ ادا کرتے ہیں۔ **جز اہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیرًا**

مذکورہ بالا حوصلہ افزاء امور نے بلاشبہ ہمیں اعتماد اور یقین کی دولت سے مالا مال کیا ہے، تاہم ان کی وجہ سے ہم اپنی ان مشکلات کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جو ابتدائی مراحل میں اکثر رسائل کو پیش آتی ہیں۔

کسی رسالے کے اجراء میں جو چیز سب سے پہلے سامنے آتی ہے وہ مالی اور انتظامی مشکلات ہیں۔ اس کے لئے کافی سے زیادہ سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاوقتیکہ اس کی خریداری اس حد تک بڑھ جائے کہ وہ اپنا بوجھ خود برداشت کر سکے لیکن موجودہ لادینیت اور الحاد کے دور میں ایک دینی پرچہ کے لئے فوری طور پر یہ ناممکن ہے کیونکہ اکثر لوگوں کی دلچسپیاں ناولوں، افسانوں اور جنسی کہانیوں تک محدود ہیں۔ دینی رسالوں کی خریداری عموماً وہی لوگ گوارا کرتے ہیں جو اپنے دل میں اسلام کی محبت اور اس کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں۔ لیکن اولاً تو ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے، ثانیاً ایسے لوگ عموماً غریب طبقہ سے متعلق ہوتے ہیں اور یا پھر دینی مدارس کے وہ طلباء جو کورس کی کتابوں کے ساتھ ساتھ نان شبینہ کے بھی محتاج ہوتے ہیں، لہذا وہ معمولی قیمت کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔ اور اکثر پرچہ رعایتی یا غریب فنڈ سے مانگتے ہیں۔

مالی مشکلات کا واحد حل اشتہارات ہیں، لیکن سرکاری اشتہارات تو دور کی بات ہے۔ دوسرے کاروباری ادارے بھی اپنے تعلقات اور ذاتی اغراض کے تحت اشتہارات دیتے ہیں اور یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ اصلاحی رسائل ان ”ذاتی اغراض“ کو پورا کرنے میں کہاں تک مدد و معاون ہو سکتے ہیں؟

دوسری بڑی چیز جو اس باب میں گراں بہا بوجھ ہے وہ کاغذ کی بڑھتی ہوئی گرانی، اور طباعت کے ناقابل ذکر اخراجات ہیں جو ہر پرچے کو خواہ وہ قرآن و سنت کا ترجمان ہو یا کوئی فلمی رسالہ ہو یکساں ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جبکہ ان کے حلقہ معاونین اور طلبگاروں میں از حد تفاوت ہے۔ تیسری بڑی مشکل یہ ہے کہ محدث کے علاوہ اس کے متعلقہ اداروں مجلس التحقیق الاسلامی اور مدرسہ رحمانیہ کا بوجھ بھی ذمہ دارانِ محدث کے کندھوں پر ہے اور ظاہر ہے کہ اتنا بوجھ کسی فرد واحد یا خاندان کے لئے برداشت کرنا ناممکن نہیں و مشکل ضرور ہے، خصوصاً ان حالات میں جبکہ اپنی مصروفیات کے پیش نظر ہمارے لئے اپنے احباب اور اصحاب ثروت سے رابطہ قائم کرنا بھی آسان نہیں جو شاید اس سلسلہ میں کسی بخل سے کام نہ لیں۔ بہر صورت ان نامساعد حالات کے باوجود ہم محدث کی کامیابی کے لئے اپنے پورے وسائل بروئے کار لانے کا عزمِ صمیم رکھتے ہیں اور احباب سے اس کی توسیع اشاعت میں بہترین تعاون کے طلبگار ہیں۔ واللہ الموفق۔

● عناد اور تعصب قوم کے لئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن عصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم امت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔

● علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیا نوس بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔

● غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ

**محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ**

- کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا، حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغِ دین اور نشر و اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے۔ لیکن حرام و حلال کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔
- دین اور آئین و سنت سے بیگانہ ہو کر سیاست میں غرق ہو جانا مادہ پرستی ہے۔ لیکن ۷
- جد اہودیں سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی
- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عباد صالحین کے اوصاف میں داخل ہے۔ لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔
- اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

### محدث

کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے۔ ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



## آنحضرت ﷺ اور کثرتِ ازدواج

تحریر: اکرام اللہ ساجد سیلانی

نظام کائنات پر غور فرمائیے! آگ کی حدت اور برف کی برودت، جھلسا دینے والی گرمی اور کپکپا دینے والی سردی، دن کی روشنی اور رات کی تاریکی، خزاں کی بے رونقی اور بہار کی بہاریں کائناتوں کا زہر اور پھولوں کی صباحت و ملاحت، پتھر کی ٹھوس اور سنگلاخ چٹانیں اور پانی کی روانی کفر و شرک کی آندھیاں اور اسلام کی رحمت آلود گھٹائیں غرض اضداد و اختلافات کا ایک سلسلہ جس پر دنیا کی بقاء کا انحصار ہے۔

اگر پانی آگ کو ٹھنڈا نہ کرے اور آگ پانی کو ہوا میں تحلیل نہ کرے، سردی کے بعد گرمی اور گرمی کے بعد سردی نہ آئے، روشنی کے بعد تاریکی اور تاریکی کے بعد روشنی جنم نہ لے، اگر بہار کا انجام خزاں اور خزاں کا نتیجہ بہار نہ ہو، گل کے ساتھ کانٹا اور کانٹے کے ساتھ پھول نہ ہو اور اگر پتھر کی سنگینی کے مقابلے میں پانی کی روانی نہ ہو تو اس دنیا کا باقی رہنا مشکل ہے۔

بالکل اسی طرح اگر نیکی برائی سے برسرِ پیکار نہ ہو اور برائی نیکی کے راستے میں حائل نہ ہو تو نیکی اور برائی دونوں کا وجود مٹ جائے، اگر کفر و شرک کی تیرہ و تاریک آندھیاں نہ چلیں تو توحید و وحدت کے سرچشمے کبھی نہ پھوٹیں۔ اور اگر کفر اسلام کے درپے آزار نہ ہو اور اسلام کفر کو نیست و نابود کرنے کے لئے شمشیر بکف نہ ہو تو کفر اور اسلام دونوں کا باقی رہنا محال ہے۔ چنانچہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں سفر کی حالت کا نقشہ **یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھمہم**، یعنی یہ لوگ اللہ کے نور کو اپنے منہ کہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں، کے الفاظ سے کھینچا ہے۔ وہیں اسلام کی حمایت میں یہ بھی بیان فرما دیا ہے **واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون** کہ اللہ اپنے نور کا حافظ و نگہبان ہے اگرچہ ہے اگرچہ کفار اسے کتنا کریں۔

غیر اسلامی نظریات رکھنے والے اسلام کے دشمن اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اب تک اسلام کی مضبوط چٹان سے اپنا سر ٹکرا کر پاش پاش کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکے۔ بلاشبہ اس بات کا سہرا قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے سر پر ہے۔ جنہوں نے شجر اسلام کی آبیاری اپنے خون سے کر کے اسے پروان چڑھایا ہے۔

موجودہ دور کے مسلمانوں کی بد قسمتی یہ ہے کہ وہ علم دین اور اسلامی تعلیمات سے برگشتہ ہوتے چلے جا رہے ہیں اور جو لوگ اسلام سے وابستہ رہنا چاہتے ہیں اور اس کی روایات کو اپنائے ہوئے ہیں، انہیں اپنے ہی لڑائی جھگڑوں سے مفر نہیں۔ تو اس صورت میں کیا ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام مٹ جائے گا اور انوارِ الہی کو کفر و شرک کی آندھیاں اپنی لپیٹ میں لے لیں گی؟ ہر گز نہیں! اللہ تو خود اپنے دن کا محافظ ہے۔ البتہ یہ ضرور ہو گا کہ ہم مٹ جائیں گے۔ اگر ہم نے خود کو اسلام کے دفاع کے لئے تیار نہ کیا اور تعلیمات اسلامی جیسے موثر ہتھیار سے اپنے آپ کو لیس نہ کیا تو اسلام کو تو کچھ گزند نہ پہنچے گا۔ ہاں دنیا ہمارے وجود سے ضرور پاک ہو جائے گی اور پھر؟

ہماری داستان تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

یورپ کے مستشرقین اور غیر اسلامی نظریات کے مالک آج بھی اسلام کے درپے آزار ہیں اور اپنے فریب اور مکاریوں کے جال میں کم علم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مسلمانوں کو پہچاننے کے لئے بے تاب نظر آتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کمینگی اور کیا ہوگی کہ وہ داعی اسلام ﷺ کی ذات اقدس پر بھی حملہ کرنے سے نہیں چوکتے۔ اور طرح طرح کے وسوسے پھیلا کر سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے دین، ان کے رسول اور ان کے خدا سے برگشتہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ مگر اس میں ان کا کیا قصور ہے وہ تو اپنا کام کر رہے ہیں قصور تو ہمارا ہے جو ان کی شاطرانہ چالوں سے واقف ہونا ہی نہیں چاہتے اور جنہیں اپنے فرائض منصبی کا احساس تک نہیں۔

آپ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی کو لیجئے غیر مسلموں نے آپ کی ذات اقدس پر کس قدر رکیک حملے کئے ہیں۔ اور اس کے مقابلے میں اپنی قوتِ دفاع کا اندازہ لگائیے کہ ہم کس قدر تہی دست اور خالی الذہن ہیں۔ مثلاً ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ”جب قرآن مجید میں چار سے زیادہ شادیوں کی ممانعت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے بیک وقت نو بیویوں سے عقد کیوں فرمایا؟

اس ”سوال سے زیادہ اعتراض“ کا جواب دینے کے لئے آپ اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیے اور ذہن رسا پر زور دے کر سوچئے کہ کتنے فی صد مسلمان ہم میں موجود ہیں جو اس کا کافی و وافی جواب دے سکیں گے؟ زیادہ سے زیادہ پانچ یا دس فی صد، ورنہ اکثر تو ہم میں ایسے ہوں گے کہ جنہیں اس اعتراض کے وجود کی ہی خبر نہ ہوگی۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے عامۃ المسلمین تعلیمات اسلامیہ سے مستغنی کیوں رہنا چاہتے ہیں اور یا پھر ہمارے علماء دین ہی (الاماثلہ) ان مسائل میں دلچسپی کیوں نہیں لیتے؟ کیا وہ اس طرح اپنی حیثیت دینی اور یرت اسلامی کا جنازہ اٹھتے دیکھ لیں گے؟ یا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان باتوں سے دامن بچا لینے کے باوجود وہ ان کے تباہ کن اثرات سے محفوظ رہ سکیں گے؟ (واللہ الموفق)

ذیل میں اس اعتراض کا جواب مدلل طور پر دیا جاتا ہے، تاکہ عامۃ المسلمین استفادہ فرما سکیں۔

مندرجہ بالا اعتراض کے الفاظ پر اگر غور کیا جائے تو اعتراض کی وجہ اور اس کا محرک سمجھنا کچھ مشکل نہ ہو گا۔ اکبر الہ آبادی فرماتے ہیں:

کہا منصور نے خدا ہوں میں      ڈارون بولا، بوزنا ہوں میں  
ہنس کے کہنے لگے مرے اک دوست      فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ایک اقدارِ روحانی کا حامل ذہن تو رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے کسی پہلو کو بھی اسے فعلِ رسول کی حیثیت دیتے ہوئے قال تنقید و اعتراض نہیں سمجھتا۔ اس کے لئے تو باوثوق ذرائع سے یہ معلوم کر لینا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فلاں کام کیا۔ اور اس کے بعد وہ اس پر، ”آمنا و صدقنا“ کی مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے۔ اس وقت اس کے ذہن میں ”کیوں“ اور ”کیسے“ کے سوالات کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ وہ بخوبی سمجھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر قول اور ہر فعل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ قرآن مجید اس کی شہادت یوں بیان فرماتا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - إِنَّ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ -

اسے ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا عقیدہ سمجھ لیں یا اسے مسلمانوں کی کمزوری کا نام دیجئے کہ وہ آپ ﷺ کے ہر فعل کی وجہ جواز کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بہر حال یہی وہ چیز ہے جس سے معاندین اسلام نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور آپ ﷺ کی ذات اقدس کو ہدفِ تنقید بنانے کی ناپاک جسارت کی۔ چنانچہ ایک مادہ پرست ذہن جب آپ ﷺ کی سیرت و کردار کا جائز لیتا ہے۔ دریں حالیکہ اس نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی عینک بھی چڑھا رکھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



## آنحضرت ﷺ اور کثرتِ ازواج

ہو تو وہ آپ ﷺ کے ہر قول اور فعل کو روحانیت اور مصلحت کی کسوٹی پر پرکھنے کی بجائے مادیت کے نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بیک وقت نوبیوں سے عقد فرمانے میں ان مادہ پرستوں کی کوئی مصلحت جو کہ ظاہر و باہر ہے نظر نہ آئی اور انہوں نے اسے مقتضائے جسمانی کا سبب قرار دیا۔ کیوں نہ ہو، **كُلُّ اِنَاءٍ يَتَوَشَّحُ بِمَا فِيْهِ!**

اس نا انصافی اور صریح ظلم کا پول کھولنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا بغور جائزہ لیا جائے۔ اور ان مصالِح سے واقفیت حاصل کی جائے، جو آپ ﷺ کے اس فعلِ حسنہ میں پوشیدہ تھیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ۶۳ سال میں ابتدائی ۲۵ سال کمالِ تجرد سے گذرتے ہیں۔ جس بزرگ نے ۲۵ سال تک عینِ عفوانِ شباب اور جوشِ جوانی کا زمانہ کمالِ تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا ہو اور جس کے حسنِ مردانہ کے کمال نے اعلیٰ سے اعلیٰ خواتین کو اس سے تزویج کا آرزو مند کر دیا ہو، اس کے باوجود بھی ربعِ صدی تک اس کے تجرد و تفرّد پر کوئی شے غالب نہ آئی ہو، اور جس نے اپنی سیرت و کردار کا ایک ایسا عملی نمونہ پیش کیا ہو کہ تمام دنیا کیلئے مشعلِ راہ بن جائے، ایسے شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم کرنے میں کون سی چیز مانع ہے؟ جس مقدس ہستی نے ۲۵ سے ۵۰ سال تک کی عمر کا زمانہ ایک ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں ان سے ۱۵ سال بڑی اور ان سے پیشتر و شوہروں کی بیوہ رہ کر کئی بچوں کی ماں بن چکی ہو اور معمر ہو چکی ہو اور پھر اس مدتِ تزویج کے پورے زمانہ میں حضور ﷺ کی دل بستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو بلکہ اس خاتون کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی حضور ﷺ نے ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا ایسی ہستی کی نسبت کوئی شخص کہہ سکا ہے کہ (حاکم بدہن) اس تزویج کی وجہ وہی تھی۔ جو عام طور پر پرستارِ انِ حسن کی شادیوں میں اکشر پائی جاتی ہے؟ اور یا جو دانایانِ فرنگ کی عقل کا ماتم کرتی ہوئی نظر آتی ہے؟

نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں سے (۵۵ تا ۵۹ سال کی درمیانی مدت کا) پنج سالہ زمانہ ایسا ہے۔ جب ازواجِ مطہرات سے حجرات آباد ہوئے تھے اور ظاہر ہے یہ عمر شادی کے لئے کسی صورتِ موزوں نہیں سمجھی جاتی، خصوصاً جب کہ نبی ﷺ کی یہ حدیث بھی موجود ہے کہ **مَا لِي فِي النِّسَاءِ حَاجَةٌ** (مجھے عورتوں کی کوئی حاجت نہیں) تو اس صورت میں یہ سمجھنا کچھ مشکل نہ ہو گا کہ آنحضرت ﷺ نے جس قدر نکاح کئے ان کی بنیاد فوائدِ کثیرہ دین، مصالحِ جلیلہ ملک اور مقاصدِ حسنہ قوم پر قائم تھی اور ان فوائد، مصالح اور مقاصد کا حصول اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند اور روایت پسند ملک میں تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔

### اُمّ المؤمنین حضرت صفیہؓ کے نکاح کا مقصدِ حسنہ:

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کے نکاح پر غور کیجئے، اس سے پیشتر جس قدر لڑائیاں مسلمانوں کے خلاف کفار نے لڑیں ان میں سرّاً یا علانیہً یہود کا تعلق ضرور ہوتا تھا۔ لیکن چونکہ حضرت صفیہؓ کا نسب یہود ابنِ یعقوب تک منتہی ہوتا ہے۔ لہذا تزویجِ صفیہؓ کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہیں ہوئے۔ دیکھئے یہ نکاح کس قدر ضروری تھا۔ اور یہود کو رام کرنے کا یہ کس قدر موثر اقدام تھا۔ بلاشبہ یہود کی مخالفت مسلمانوں کے لئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دردِ سرِ بنی ہوئی تھی۔ اور آنحضرت ﷺ کو اس امر کا احساس تھا کہ اگر یہود اسلام کی راہ میں روڑے نہ اٹکائیں تو تروتوج و ترقی اسلام میں بہت سی رکاوٹیں از خود دور ہو سکتی ہیں۔

### تزوجِ امّ المؤمنین حضرت امّ حبیبہؓ اور اس کے فوائد:

امّ المؤمنین حضرت امّ حبیبہؓ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ جو عمائد قریش میں سے تھا اور قوم کا نشانِ جنگ اس کے گھر میں رکھا رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو تمام قوم پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں اور لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ احد، حراء الاسد، بدر الاخریٰ اور احزاب وغیرہ کی لڑائیوں میں ابوسفیان ہی اس نشان کو لئے ہوئے قائدِ قریش بنا مسلمانوں کے خلاف صف بستہ نظر آتا ہے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی دور اندیشی کی بنا پر حضرت امّ حبیبہؓ سے نکاح فرمایا تو ابوسفیان نہ صرف مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود بھی اسلام کے جھنڈے تلے آکر پناہ لیتا ہے۔ کیا اب بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ نکاح ضروری اور دُور از مصلحت تھا۔

### نکاحِ امّ المؤمنین جویریہؓ اور امن عامہ:

امّ المؤمنین حضرت جویریہؓ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں جو مصلحت پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ ان کا باپ مشہور رہزن و لیتی پیشہ ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں سے خاص دلی عداوت رکھتا تھا۔ بنو مصطلق کا مشہور طاقتور اور جنگ جُو قبیلہ، جو چند در چند شعوب پر محنتی تھا۔ اس کے اشارہ پر کام کرتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس تزوج سے پیشتر ہر ایک جنگ میں جو مسلمانوں کے خلاف ہوئی، اس قبیلہ کی شرکت ضرور ہی پائی جاتی ہے۔ لیکن اس نکاح کے بعد یہ منافرتیں نابود ہو جاتی ہیں تمام قبیلہ قزاقی چھوڑ کر متمدن زندگی اختیار کر لیتا ہے اور پھر مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لیتا۔ ذرا غور کیجئے کہ یہ نکاح کس قدر ضروری اور لائبدی تھا۔

### تزوجِ امّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے فوائد:

امّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن بخت کے سردار کے گھر میں تھیں، یہ اہل بخت وہ تھے کہ جنہوں نے ستر و اعظان دین کو دھوکہ سے اپنے ملک میں لے جا کر قتل کر دیا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی حکمتِ عملی اور دور اندیشی ملاحظہ فرمائیے کہ انہوں نے حضرت میمونہؓ سے عقد فرما کر اہل بخت کے سردار سے اپنا رشتہ استوار کر لیا۔ اور آپ ﷺ کی توقع کے عین مطابق اس رشتہ کی وجہ سے اہل بخت نہ صرف صلحِ دامن سے آشنا ہوتے ہیں، بلکہ مشرف بہ اسلام بھی ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اہل بخت جن سے اکثر نقضِ امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آچکے تھے، صلح و آتش کا پیغام بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک شخص، جو امن عامہ اور فوائدِ اصلاحِ ملک کا منکر نہیں، اسے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح بھی اپنی جگہ بہت ضروری اور نہایت باہر کت تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## تزویج اُم المؤمنین حضرت زینب بنت جحش اور تثلیث و تنبیت کی بت شکنی:

یہاں ان وجوہات اور مصالح کا ذکر ذرا تفصیل سے کیا جائے گا جو اُم المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کا سبب بنیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ان کا پہلا نکاح زید بن حارثہ کے ساتھ ہوا تھا۔

زید بن حارثہ اگرچہ حسب و نسب کے لحاظ سے نجیب الطرفین تھے تاہم لڑکپن میں ایک گروہ نے ان کو اٹھالیا اور سوقِ حباشہ میں ان کو فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام انہیں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لئے خرید لائے، جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ سے عقد فرمایا تو ان کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ بھی حضور صلعم کی خدمت میں آ گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زید کے والد اور چچا جو ان کی تلاش میں تھے ٹوہ لگاتے لگاتے مکہ معظمہ پہنچ گئے اور رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ زید کو واپس کر دیا جائے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کا سلوک اپنے اس غلام کے ساتھ اس قدر مشفقانہ تھا کہ حضرت زید نے خود ہی اپنے والدین کے ساتھ جانے پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت کو ترجیح دی اور اس طرح حضرت زید مستقل طور پر دامنِ رسول ﷺ سے وابستہ ہو کر رہ گئے۔

مندرجہ بالا واقعات شاہد ہیں کہ دنیاوی رسوم کے مطابق حضرت زیدؓ بلاشبہ ایک غلام تھے۔ غلام۔ ایک تحقیر آمیز لفظ، دورِ جاہلیت کے ظلم و ستم کی ایک زندہ تصویر، آزادی کے پیٹ سے آزاد پیدا ہونے والے شخص کی ذہنی، جسمانی اور عملی، آزاد صلاحیتوں کا جمود اور تعطل!

لیکن دانا یانِ فرنگ ہمہ تن گوش ہوں، اسلام کو ”آزادی کا دشمن“ اور غلامی کا موجد، جیسے خطابات سے نوازنے والے دل تھام لیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے پورے کنبے کی مخالفت کے باوجود، زمانے کی ساری مخالف قوتوں سے ٹکرا کر، رسومِ جاہلیت کے بت کو پاش پاش کر کے اپنے اس غلام کی شادی، ایک آزاد عورت، وقت کے سبب سے معزز قبیلہ قریش کی معزز خاتون اور اپنی سگی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کر دیتے ہیں۔

خاندان کی آن کے محافظ جیتتے ہیں۔ رسم و رواج، سماج اور معاشرہ بیک آواز ہو کر صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ کبر و نخوت کے دیو چنگھاڑتے ہیں، لیکن عزیمت و وقار کا یہ مجسم، صلح و آشتی کا یہ پیام بر، شفقت و رحمت کا یہ بحرِ ناپید کنار، اپنے ایک ہی ریلے میں ان تمام مخالف قوتوں کو اپنی آغوش میں سمیٹ کر غرق کر ڈالتا ہے۔

لیکن بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ ابھی ایک اور اس سے سخت آزمائش باقی ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اپنے شوہر زید بن حارثہ سے نہیں بنتی، ہر طریقہ آزمایا جاتا ہے، ہر قوت برداشت سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن میاں بیوی کے متفرق ذہن کوئی بات قبول نہیں کرتے اور بالآخر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زید بن حارثہؓ حضرت زینب بنت جحشؓ کو طلاق دے دیتے ہیں۔

اس طلاق کا نبی اکرم ﷺ کے قلب مبارک پر کیا اثر ہوا ہو گا۔ اول تو حضور ﷺ کی اس مصلحت دینیہ کو صدمہ پہنچا جس کے استحکام کی خاطر آپ ﷺ نے زمانے بھر سے ٹکری تھی، دوم زینبؓ اور ان کے خاندان والوں کی اطاعت اور اس اطاعت کے ضمن میں ان کے آماجِ مصیبت ہونے کا واقعہ بھی حضور اکرم ﷺ کے رحم پرور قلب کے لئے کچھ کم صبر آزمائے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آسمانی رسول اکرم ﷺ کو ہدایت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فرماتے ہیں کہ زینبؓ کا قلب محزون کو اطمینان اور تسلی صرف اسی صورت حاصل ہو سکتی ہے کہ حضور صلعم خود ان سے عقد فرمائیں۔  
رسم و رواج کی زنجیریں دوبارہ کھڑکھڑاتی ہیں، تنہیت کا بت مجسم احتجاج بن جاتا ہے، سماج اور معاشرہ کی شوریدہ سرلہریں دوبارہ اس چٹان سے ٹکرائے لگتی ہیں لیکن خدا کا حکم پورا ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اُمّ المؤمنین ہونے کا شرف عنایت فرمادیتے ہیں۔ اللہ اکبر! مصالِح دینی کا یہ مرقع، جس کے اس فعلِ حسنہ سے متبنی گری کی جڑیں کٹ گئیں اور تنہیت و تثلیث کا بت چکنا چور ہو کر سمندر میں غرق ہو گیا اور ایک غلط معاشرہ کی پروردہ غلط رسم کا خاتمہ ہو گیا۔ اب اسلام نے عملاً یہ ثابت کر دکھایا کہ متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) حقیقی بیٹے کی جگہ کسی صورت نہیں لے سکتا۔ نہ ہی وراثت میں حقیقی بیٹے کی طرح حصہ دار بنایا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی متبنیٰ کی مطلقہ بیوی، بیٹا بنانے والے پر حرام ہوتی ہے۔ ہاں حقیقی بیٹے کی بیوی باپ پر قطعاً حرام ہے۔ اور حضرت زیدؓ آنحضرت ﷺ کے متبنیٰ ہونے کے باوجود حقیقی بیٹے کی حیثیت نہیں رکھتے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ کو حضرت زیدؓ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنے میں کوئی جھجک مانع نہ ہونی چاہئے۔ یہ تھی وہ مصلحت دینی جس کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے عقد فرمایا۔ کیا کوئی بھی ذی ہوش اس شادی کی افادیت سے انکار کر سکتا ہے؟

### قصہ تزویج حضرت اُم سلمہؓ اور اس کا بنیادی سبب:

حضرت اُم سلمہؓ حضرت ابو سلمہؓ کی بیوی تھیں۔ ابو سلمہؓ قدیم الاسلام تھے۔ کفار مکہ کی سختیوں سے تنگ آکر انہوں نے ہجرت مدینہ کا قصد فرمایا۔ لیکن ابو سلمہؓ کے والدین نے، جو کافر تھے، ان سے ان کے بیٹے سلمہ کو چھین لیا کہ خود جہاں جی چاہے جاؤ ہم سلمہ کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجیں گے۔ اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کے والدین نے بھی اپنی بیٹی (اُم سلمہؓ) کو ان کے ساتھ بھیجنے سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ ایک مسلمان کے ساتھ ہم اپنی بیٹی کو نہیں بھیج سکتے۔ حضرت ابو سلمہؓ کے لئے بیٹے اور بیوی سے علیحدگی کا تصور بھی ہولناک تھا۔ لیکن صبر و استقامت کا یہ پیکر اللہ کے دین کی خاطر ان دونوں کو مکہ میں چھوڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

اب حضرت اُم سلمہؓ مکہ میں اکیلی تھیں۔ وہ ہر روز شام کو اس مقام پر، جہاں سے ان کو ان کے شوہر اور بچے سے جدا کیا گیا تھا، جا کر روتی رہیں۔ یہ سلسلہ ایک سال تک جاری رہا تب جا کر ان کے ظالم والدین کو ان کی حالت پر رحم آیا۔ اور انہوں نے حضرت اُم سلمہؓ کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت ام سلمہؓ اپنے بچے کو لے کر تنہا مدینہ کے لئے روانہ ہو گئیں۔ راستے میں انہیں عثمان بن طلحہ (کلید بردار خانہ کعبہ ملے) جو انہیں کمال شرافت و امانت کے ساتھ مدینہ تک چھوڑ آئے۔

حضرت ابو سلمہؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ احد میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو کر ہی عالم بقا ہوئے۔  
حضرت ام سلمہؓ نے ان کی شہادت کا بے حد اثر لیا اور انہوں نے ارادہ فرمایا کہ تازندگی اپنے شوہر کا سوگ منائیں گی کہ آئندہ اس کی مثال نہ مل سکے۔ آنحضرت ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے اس کا سبب پوچھا۔ حضرت اُم سلمہؓ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں ابو سلمہؓ کو کیوں نہ روؤں کیا اس سے بہتر شخص مجھے کوئی مل سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی ذہنی اذیت کا اندازہ لگاتے ہوئے فرمایا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



”کیوں نہیں؟ کیا میں ابو سلمہ سے بہتر نہیں؟“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے عقد فرمایا اور اس طرح آپ ﷺ نے ان کے قلب محزون اور دل مضطر کی تسلی کا سامان کر دیا۔ ظاہر ہے اس شادی میں بھی رسول اللہ ﷺ کی اپنی خواہش کو کچھ دخل نہ تھا بلکہ اس واقعہ میں آپ کا جذبہ ترحم، ہمدردی اور حد درجہ مہربانی کا فرما نظر آتی ہے۔

حضرت زینبؓ سے آپ کی یہ شادی حد درجہ نتیجہ خیز ثابت ہوئی، کیونکہ آپ بے حد ذہین و فطین تھیں۔ امور عامہ میں اکثر رسول اللہ ﷺ کے مشورے میں شریک ہو کر کرتی تھیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ کی ”بظاہر“ حد درجہ کڑی شرائط تسلیم فرمائیں اور اس کے بدر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا تو صل کی شرائط سے متاثر پریشان مسلمانوں نے تعمیل حکم میں پس و پیش سے کام لیا۔ تو وہ حضرت ام سلمہؓ ہی تھیں۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ حکیمانہ مشورہ دیا کہ ”آپ خود اپنی قربانی ذبح کر دیں۔ آپ کی دیکھا دیکھی تمام مسلمان آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کریں گے“ واقعات شاہد ہیں کہ ام سلمہؓ کا یہ اندازہ سو فیصدی درست ثابت ہوا۔

### تزوج حضرت زینب بنت خزیمہؓ، حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ:

ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ کی شادی میں بھی ہمیں وہی حالات کار فرما نظر آتے ہیں۔ جو حضرت ام سلمہؓ کے عقد مبارک کا سبب بنے تھے۔

حضرت زینب بنت خزیمہؓ اس سے قبل تین دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں اور ان کی تسلی و تشفی کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے ان سے اقدام نکاح فرمایا۔ اس تزویج سے اشاعتِ اسلام میں کافی مدد ملی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے نکاح نے بھی اتفاق قرآن و حفاظت کتاب اللہ اور نشر احادیث و تعلیم النساء کے بارے میں فوق العادہ کام کئے اس بات کا اندازہ احادیث کے ان اعداد و شمار سے ہو سکتا ہے، جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہیں۔

صحیحین میں متفق علیہ حدیثیں	:	۱۷۴
صرف صحیح بخاری میں	:	۵۴
صرف صحیح مسلم میں	:	۶۷
دیگر کتب معتبرہ میں	:	۲۰۱۷
کل تعداد	:	۲۳۱۲

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ رضی اللہ عنہما کی تزویج سے خلافتِ صدیق و عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہما) کو بھی کافی تقویت ملی۔ اور ان کو زیادہ سے زیادہ بابرکت اور پر منفعت بنانے کا سبب بنی اور یہ ایسے فوائد ہیں کہ تزویجِ اسلام، اشاعتِ دین اللہ اور آئین جہان بانی کے نقطہ نظر سے رسول اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ﷺ کسی طرح بھی ان سے دست بردار نہ ہو سکتے تھے۔

مذکورہ بالا فوائد نمونہ ہیں۔ ان اغراض و مقاصدِ دینیہ کا جو نبی ﷺ کو ہر ایک نکاح سے مد نظر تھے اور جن کا احصاء ہمارے لئے قریباً ناممکن ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ آپ ﷺ کی تمام ازدواجِ مطہرات میں سے سوائے حضرت عائشہؓ کے تقریباً سبھی ایک یا دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ اور جب یہ حقیقت ہمارے پیش نظر ہے تو ظاہر ہے کہ تعددِ ازدواج سے نبی ﷺ کا مدعائے اعلیٰ انبیائے سابقین کی سنت پر عمل کرنے کے علاوہ ضروریاتِ ملکی اور مصالحِ دینی پر بھی مشتمل تھا۔ تو ہر ایک شخص کو جو سر میں دماغ اور دماغ میں فہم کا صحیح مادہ رکھتا ہے، یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی صلعم کے لئے ایسا کرنا ہی شایانِ شان بلکہ لابدی اور ضروری تھا۔ اور اگر آپ ﷺ ایسا نہ کرتے تو بہت سی مصلحتوں سے ملک و قوم اور اسلام کو محروم ہونا پڑتا اور یہ محرومی بلاشبہ اس مصلحِ قوم کی شان کے منافی ہوتی جسے خدا نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!!

واللہ متم نورۃ ولو کرہ الکفرون



## سوال

حج کے مہینوں میں سے یہ پہلا مہینہ ہے، اس میں عید کا دن ہے۔ جو مغفرتِ ذنوب کا دن ہے، اس روز نماز عید ادا کرنا واجب ہے۔ عید کی نماز سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کرنی چاہئے۔ ہم نے اس کے احکام کا تفصیلی بیان ”موعظہ حسنہ“ میں کیا ہے۔ اس نماز سے پہلے یا بعد میں کوئی سنت یا نفل ادا نہیں کئے جاتے۔ یہ صرف دو رکعت پر مشتمل ہے۔ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی انہی تکبیرات کو رائج قرار دیا ہے) اور نماز کے بعد دو خطبے ہیں۔ یہ دونوں خطبے مستحب ہیں۔ واجب نہیں، نماز سے پہلے یا بیٹھ کر خطبہ دینا بدعت ہے۔ (اتباع الحسنۃ فی جملۃ ایام السنۃ)

## قاضی سلیمان منصور پوری اور مشنری سرگرمیاں

جناب اختر راہی ایم۔ اے۔

قاضی موصوف ریاست پٹیالہ میں منج تھے اور عدالتی ذمہ داریاں اس خوبی سے انجام دیں کہ لارڈ ہارڈنگ (Lord Harding) نے کہا کہ:-  
”قاضی موصوف عدالت ہائے پنجاب کے زیور ہیں۔“

مہاراجہ پٹیالہ کو قاضی صاحب کی رائے پر اس قدر اعتماد تھا کہ ان کے ریٹائر ہو جانے کے بعد بھی اہم معاملات میں ان سے مشورہ لیتا تھا۔  
قاضی صاحب موصوف عدالتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ میں سرگرم عمل رہے۔ کم و بیش بیس ۲۰ سال تک جامع الہدیت پٹیالہ میں خطبہ جمعہ دیتے رہے۔ اور جب کبھی فرق باطلہ کی طرف سے اسلام پر حملہ ہوا، قاضی صاحب قلم بدست میدان میں نکل آئے۔ مذاہب غیر میں سے عیسائیت کا اس قدر گہرا مطالعہ تھا کہ بڑے بڑے پادری صاحبان ان کی گفتگو سن کر حیران رہ جاتے تھے اور یارائے گفتگو نہ رکھتے تھے۔ قاضی صاحب نے براہ راست عیسائیت کے مآخذوں کا مطالعہ کیا تھا۔ عبرانی زبان سے واقف تھے اور بائبل کی تفاسیر پر نظر تھی۔

غازی محمود دھرم پال اسلام سے منحرف ہو کر ۱۹۰۳ء میں آریہ سماجی ہو گیا۔ بعد ازاں قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا ایک خط پڑھ کر ۱۹۱۴ء میں دوبارہ حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ ازی صاحب جیسا نقاد اور عقلیت پرست رقمطراز ہے:-

”میں حیران ہوتا تھا کہ قاضی صاحب اسلامی معلومات کے بحر ذخار ہیں۔ وہ کتنی صحیح معلومات دیتے تھے کہ میرے جیسے نقاد کو جو اندھی تقلید کا قائل نہ تھا۔ کسی جگہ انگلی رکھنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ان کی تقریر اس طرح مجھ میں جذب ہوتی جاتی تھی جس طرح کسی پیاسی زمین میں ہلکی ہلکی بارش جذب ہو جاتی ہے اور اس کا ایک قطرہ بھی ضائع نہیں ہوتا۔“

قاضی صاحب کی جلالت علمی ”رحمۃ للعالمین“ اور ”الجمال والکمال“ (تفسیر سورہ یوسف) سے نمایاں ہے۔ ”رحمۃ للعالمین“ جو تین جلدوں میں نبی اکرم ﷺ کی سوانح ہے۔ اس میں قاضی صاحب موصوف نے ایسے اچھوتے انداز سے سیرت نبوی ﷺ کی عکاسی کی ہے کہ داد کے مستحق ہیں۔ ان کی زندگی میں پہلی دو جلدیں شائع ہوئیں تو دینی مدارس میں ان کو نصاب میں شامل کر لیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ سے متعلق بائبل کی پیش گوئیوں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ نبی اکرم کے شجرہ نسب اور تاریخ پیدائش پر بے نظیر تحقیق پیش کی ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی ”رحمۃ للعالمین جلد سوم“ کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

”رحمۃ للعالمین کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف سماوی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جا بجا ہے۔ مصنف مرحوم کو تورات اور انجیل پر کمال عبور حاصل تھا اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے اس کو پوری واقفیت تھی۔ اس بناء پر اس کی یہ کتاب ان معلومات کا پورا خزانہ ہے۔۔۔ مناظرانہ طریق تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا سخت مشکل کام ہے۔ مگر جس طرح خود مصنف مرحوم اس وصف میں ممتاز تھے۔ اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

طرح ان کی یہ تصنیف بھی اس وصف میں امتیاز رکھتی ہے۔ پوری کتاب مناظرہ اور اعلائے حق کی رودادوں سے لبریز ہے تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا۔

قاضی صاحب موصوف کی تصانیف میں بدری صحابہؓ کے حالات، زندگی موسوم بہ ”اصحاب بدر“ قابلِ قدر تذکرہ ہے اور سفر نامہ حجاز بھی کام کی چیز ہے مگر ”مکاتیبِ سلمان“ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہمارے موضوع سے زیادہ قریب ہیں۔ ان مکاتیب کے مخاطبوں میں ہندو، مسلمان، عیسائی، آریہ سماجی اور دیانندی سب ہی شامل ہیں۔ ان مکاتیب میں وہ مکتوبِ ہدایت بھی شامل ہے جس نے دھرم پال کو غازی محمود میں بدل دیا۔

۱۹۰۶ء میں قاضی موصوف کو ایک خط ملا۔ مکتوب نگار نے لکھا تھا کہ:

”اگر مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔“

قاضی صاحب نے اس کا جواب آدھ گھنٹہ میں لکھ کر حوالہ ڈاک کر دیا۔ جواب سے مکتوب نگار کو اطمینانِ قلب حاصل ہوا اور استقامت سے دین اسلام کی خدمت کرنے لگا۔

مکتوب نگار نے عیسائیت کی طرف مائل ہونے کے اسباب یہ بیان کئے تھے:

1. قرآن مجید میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جنہیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔ مثال کے طور پر حضرت ابراہیم کا آگ سے زندہ نکل آنا وغیرہ۔
2. محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم خدا کی طرف سے نہ تھی، اپنی طرف سے تھی۔
3. مسلمان لڑتے جھگڑتے ہیں اور نماز کے مسئلوں کے لئے عدالت میں جاتے ہیں۔
4. قرآن نے مسیح کو روح اللہ کہا ہے۔ اس سے مسیح کا ابنِ خدا ہونا مراد ہے۔
5. عرب کے بدو جو اسلام کے پیروکار ہیں، جاہل اور غیر متمدن ہیں، لہذا اسلام سچا مذہب نہیں۔ وغیرہ۔

پہلے اعتراض کا جواب قاضی صاحب نے یوں لکھا:-

”جناب من! اگر آپ عیسائیوں کے مندرجہ ذیل بیانات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں:

- اسرائیل رات بھر خدا کے ساتھ کشتی کرتا رہا۔
  - یوشع نے چادر مار کر دریا کو پھاڑ دیا اور اس میں خشک نکل آیا۔
  - یوشع کے لئے آسمان سے آتشیں رتھ آیا اور وہ اس میں سوار ہو کر آسمان پر چڑھ گیا۔
  - یونس تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہ کر زندہ نکل آئے۔
  - مسیح تین دن تک قبر میں مردہ رہ کر پھر زندہ ہوا اور حواریوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان پر چڑھ گیا۔ وغیرہ۔
- تو پھر تعجب ہے کہ حضرت ابراہیم کا جلتی آگ سے سلامت نکل جانا کیوں آپ کی ٹھوکر کا سبب ہوا۔“
- دوسرے اعتراض کا جواب قاضی صاحب نے یہ دیا ہے کہ:-

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”اگر نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اپنی طرف سے ہوتیں تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ اس وقت موجودہ اقوام میں سے کسی ایک کو اپنے ساتھ ملائے لیکن انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی ہستی اور ان کی تعلیمات کے بارے میں جو تعلیمات دیں۔ ان سے نہ تو یہودی خوش ہوئے اور نہ عیسائی ہی۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ انسانی تعلیمات ہوتیں تو کسی ایک گروہ کو قریب لانے کے لئے ان کی تمام تعلیمات کو سچا کہہ دیا جاتا۔“

تیسرے اعتراض کا جواب یوں لکھا:-

”نماز کے ارکان یہ ہیں۔ قیام، قرأت، قرآن مجید، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور سلام۔ ان ارکان کے ارکان ہونے پر سب کو اتفاق ہے۔ لیکن اس کے برعکس عیسائیوں کی گروہ بندی کو سامنے رکھئے۔ نیز اگر عیسائیوں کی گروہ بندی عیسائیت کی تکذیب کی علامت نہیں تو اسلام کے بارے میں ایسا حکم کیوں کر لگایا جاسکتا ہے؟“

چوتھے اعتراض کا جواب قاضی صاحب کے الفاظ میں یہ ہے:-

”قرآن مجید میں حضرت مسیح کی نسبت ہے ”رُوحٌ مِّنْهُ“ لیکن اس سے حضرت مسیح کی الوہیت کیوں کر ثابت ہوئی یا وہ ابن خدا کیوں کر بن گئے۔ قرآن مجید نے حضرت مسیح کی جامع تعریف جو بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے۔ ”إِنَّهُ هُوَ الْاَعْبَدُ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ“ مسیح ہمارا وہ بند ہے جس پر ہم نے اپنا انعام کیا۔ اب جو جو صفات ان کے بیان ہوئے ہیں وہ سب عبدیت کے تحت میں ہیں۔۔۔ اس فقرہ پر ور کرو جس کو مسلمان ہر روز پڑھتے ہیں رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ خدا ہمارا، فرشتوں اور روح کا پالنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے کہ روح بھی خدا کی مخلوق اور پیدا کردہ ہے۔ اس لئے حضرت مسیح ”رُوحٌ مِّنْهُ“ کا خطاب پا کر بھی خدا کی مخلوق اور بندے ہی رہتے ہیں۔“

آخری سوال کا جواب قاضی صاحب نے الزامی رنگ میں لکھا ہے:-

”جناب من! آپ نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ ہرگز صحیح نتیجہ اس واقعہ کا نہیں ہے۔“

- کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسیح نے پطرس حواری کو شیطان کہا تھا؟
- کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسیح کو یہوواہ اسکر یو طلی نے تیس روپیہ رشوت لے کر گرفتار کر دیا تھا؟
- کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسیح اپنے چیدہ شاگردوں کو کم اعتقاد کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا؟
- کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسیح نے حواریوں کو ان کی بے ایمانی جتلا کر یہ کہا کہ تم میں ایک رائی کے دانہ برابر ایمان ہوتا تو پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا۔

■ کیا آپ کو معلوم ہے کہ پطرس نے مسیح کا انکار کر کے مسیح پر لعنت بھیجی تھی۔“

۱۹۱۴ء میں کوئٹہ سے ایک پادری نے قاضی صاحب سے مندرجہ ذیل سوالات دریافت کیے:

1. ”تورات، صحفِ انبیاء، انجیل اور قرآن مجید آپس میں کیا نسبت رکھتے ہیں؟

2. حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے مدارج کیا ہیں؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

3. حضرت محمدؐ کی زندگی کا ہر تاؤ کیسا تھا؟

قاضی صاحب نے پادری کے ان سوالات کا جواب لکھا جو ’برہان‘ کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اسی طرح ۱۹۱۸ء میں ایک عیسائی کے لکھے ہوئے کتابچے کا جواب ”ایک اعتراض کا جواب“ کے نام سے لکھا۔  
(مزید آئندہ)

### ذی قعدہ

قاضی اس ماہ کی فضیلت کے متعلق کوئی حدیث نہیں ملتی۔ ہاں یہ مہینہ اشہر حرم میں سے ہے اور یہی امر اس کی فضیلت کا باعث ہے۔ حاجی اس مہینہ میں حج یا عمرہ کا احرام باندھ سکتے ہیں۔ باقی لوگ عام معمول کے مطابق عبادات ادا کریں۔  
(اتباع الحسنۃ فی جملۃ ایام السنۃ)

## قومِ نوح۔ قرآن کریم کے آئینہ میں

مولانا عزیز زبیدی۔ وارنٹن

قومِ نوح کا مسکن، مولد اور سرزمین، عرب ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ دجلہ اور فرات کے مابین جو علاقہ ہے، وہی اس کا مولد اور مسکن ہے۔ قرآنِ حمید نے ذکرِ اقوام میں، اقوامِ عالم کے نسلی اور جغرافیائی خاکے اور سوانحِ بیان نہیں کئے، کیونکہ خدا کے ہاں ان کی بابت کوئی پرستش نہیں ہوگی اور نہ ہی اس میں بندہ کے کسب و عمل کا کوئی دخل ہے۔ اس لئے ہمیشہ قوموں کے کیریئر اور کردار پر اس کی نگاہ رہی ہے اور جب کبھی ان کو تولا ہے تو اسی ترازو میں تولا ہے، اور انہی پیمانوں سے ان کو ناپا ہے۔

### قومِ نوح میں انبیاء:

حضرت نوح علیہ السلام کی طرح اور بھی کئی ایک انبیاء علیہم السلام قومِ نوح میں مبعوث ہوئے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ قومِ نوح نے رسولوں کو جھٹلایا۔

حضرت نوح علیہ السلام کو بھی ان کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔

### مدتِ تبلیغ:

دوسرے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے بارے میں تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ، قومِ نوح کی اصلاح کے لئے انہوں نے کتنی کتنی عمریں کھپائیں، لیکن حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق قرآنِ کریم نے انکشاف کیا ہے کہ انہوں نے ان کو سیدھی راہ پر لانے کے لئے تقریباً ساڑھے نو سو سال کام کیا تھا:

فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا تو وہ پچاس برس کم ہزار سال ان میں رہے۔

### لیکن:

لیکن ان اولوالعزم مسیحوں کی مسیحائی ان کے کچھ کام نہ آئی اور معدودے چند افراد کے سوا اور کوئی بھی ایمان نہ لایا۔

وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ تھوڑے سے افراد کے سوا آپ کے ساتھ اور کوئی ایمان نہ لایا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ:-

”ان کی تعداد اتنی مرد یا کم و بیش تھی۔“

### مزید کی توقع بھی نہیں رہی تھی:

جبکہ ایمان لائے تھے۔ آخر دم تک اتنے ہی رہے۔ بعد میں بھی ان میں مزید اضافہ کی کوئی توقع نہیں رہی تھی:-

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



## قومِ نوح۔ قرآن کریم کے آئینہ میں

اور ان کی اکثریت ایمان لانے والی تھی بھی نہیں۔

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ

حضرت نوح علیہ السلام مایوس ہو کر بولے:

وَلَا يَلِدُواْ اِلَّا فَاَجِرًا كَفَّارًا

بلکہ یہ دوسروں کو بھی لے ڈوبیں گے۔

اِنَّكَ اِنْ تَذَرَهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ

(خدا یا!) یہ پکی بات ہے کہ اگر تو نے ان کو (زندہ) چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کرینگے

ان آیات کریمہ اور پیغمبر خدا کی مایوسیوں کے اظہار سے معلوم ہوتا ہے کہ قومِ نوح میں حاملینِ حق کی تعداد اور ان کی جمعیت کم تھی، بد اور منکرینِ حق کی زیادہ تھی اور تقریباً تقریباً ہر زمانہ میں یہی حال اور یہی نسبت رہی ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، اپنے گرد و پیش نظر ڈال کر دیکھ لیجئے، سب جگہ یہی سماں طاری نظر آئے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ بات کیا ہے، وہ ایسے کیوں نکلے؟ بات یہ ہے کہ ان کے کام ہی کچھ ایسے تھے۔ کردار کا سیرت پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ قومِ نوح کی ذہنی اور عملی کیفیت کیا تھی۔ ان کی زندگی کے تانے بانے اور طول و عرض کی کیا نوعیت تھی اور اپنی افتادِ طبع کے لحاظ سے وہ انسانیت سے زیادہ قریب تھی یا بہیمیت سے؟ مندرجہ ذیل سطور میں آپ اس کی اجمالی تصویر اور خاکہ ملاحظہ فرمائیں۔

### بت پرستی:

قومِ نوح کی یہ عادت تھی کہ جیتے جی تو اللہ والوں کی ایک نہیں سنتی تھی۔ جب وہ اللہ سے جا ملتے تو انہیں خدا اور مشکل کشا بنا ڈالتی تھی۔ جب تک پیشانی غیر داغدار رہتی۔ غیروں کے آستانوں کے لئے وقف رہتی۔ جب داغدار ہو کر کوڑھی ہو جاتی تو خدا کے حضور پیش کر دی جاتی۔ چنانچہ انہوں نے ایک دوسرے کو بت پرستی پر ثابت قدم رہنے کی وصیت کرتے ہوئے کہا کہ:

لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ

(بھائیو!) اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو۔

### چند دیوتا:

قرآن کریم نے ان کے ان دیوتاؤں کا بھی ذکر کیا ہے جن کی یہ لوگ پوجا کیا کرتے تھے۔

وَلَا تَذَرْنَّ وُدًّا وَلَا سُلُوعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا

(خاص کر) ود، سولع، یغوث، یعوق اور نسر کو نہ چھوڑو۔

دراصل بت پرستی، خدا نافرمانی اور مقامِ آدمیت سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

### ان کی پختہ زنجاری:

انبیاءِ کرام علیہم السلام کی دعوت اور پاک زندگی میں بلا کی کشش ہوتی ہے، سوز اور اخلاص کا مرقع ہوتی ہے۔ مگر افسوس! یہ قوم اور ہی سخت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## قوم نوح۔ قرآن کریم کے آئینہ میں

جاں نکلے، حضرت نوح علیہ السلام کی دوا اور دعاء کی ساری کوششیں ساحل سے ٹکرائیں اور پلٹ گئیں۔ انہوں نے آپ کی ایک نہ سنی۔ بلکہ آپ کو یہ ٹکا سا جواب دے ڈالا کہ:

**فَأْتَيْنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ**

(جا جامیاں!) اگر تو سچا ہے تو وہ ہم پر دے مار جس کی (دن رات) تو ہمیں دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی یہ پختہ زناری دیکھ کر رب کے حضور میں فریاد کی:-

**رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضَ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا إِلَّا فَاٰجِرًا كَفَّارًا۔**

الہی! کافروں میں سے ایک بھی روئے زمین (زندہ) نہ چھوڑیو۔ اگر تو نے ان کو (زندہ) چھوڑا (تو) یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور جو جنیں گے وہ بھی بدکار اور کٹے کافر ہی ہوں گے۔

**عجیب سا جواب:**

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے اپیل کی کہ:-

**لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِلٰهًا ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلٰیكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ**

خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کیا کرو۔ مجھ کو تمہاری نسبت ایک دردناک دن کے عذاب کا (بڑا ہی) ڈر لگتا ہے۔

تو قوم کے رہنماؤں نے جواب دیا:-

**مَا نَرٰكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا**

ہم کو تو تم ہمارے جیسے بشر ہی دکھائی دیتے ہو

غور فرمائیے! اس جواب کو آپ کی اپیل سے کیا نسبت اور کیا تنگ ہے؟

**فسق و فجور کی مستی:**

ایک انسان مشرک اور کافر ہونے کے باوجود شریف ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے لیکن ان کی شومی قسمت دیکھیے کہ مشرک ہونے کے ساتھ

ساتھ غنڈے اور بد معاش بھی تھے۔ بات افراد کی نہیں پوری قوم کی ہے۔ فرمایا:

**وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ**

بہتیرے ان میں فاسق ہیں

ایک اور مقام پر فرمایا:

**وَقَوْمٌ نُّوْجٌ مِّنْ قَبْلُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ**

اور (ان سے) پہلے (ہم) قوم نوح کو (ہلاک کر چکے تھے) اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فاسق و فاجر قوم تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## بڑی ہی ظالم اور سرکش:

یہ قوم بڑی ہی ظالم اور بڑی سرکش تھی۔

وَقَوْمَ نُوحٍ مِّنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغٰی

اور اس سے پہلے قومِ نوح کو (بھی باقی نہ چھوڑا) یقین کیجئے! یہ قوم بڑی ہی ظالم اور بہت ہی سرکش تھی۔

## تکذیبِ آیات و انبیاء:

اللہ کی کتابوں اور اس کے پاک رسولوں کو جھٹلانا، عموماً سرکشوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ قوم اس میں بھی پیش پیش تھی۔

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ بِالْهُدٰى سَلٰیٰنٍ (حضرت) نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

حضرت نوح کو بھی جھٹلایا۔

فَكَذَّبُوهُ

تو انہوں نے اس کو جھٹلایا۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے اس کی شکایت بھی کی:-

رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِیْ

میرے رب! مجھے میری قوم نے جھٹلادیا۔

چنانچہ اس کی پاداش میں اس کو دھر لیا گیا:

وَقَوْمَ نُوحٍ لَّهَا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ

اور قومِ نوح نے بھی جب رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے اس کو غرق کر دیا۔

## نافرمانوں کا اتباع:

سچی رہنمائی (آیاتِ الہی) اور سچے رہنماؤں (انبیاء کرام) کی تکذیب جس قوم کی گھٹی میں پڑ جاتی ہے وہ کبھی بھی ساحلِ عافیت سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ پاک لوگوں سے کٹنے کے بعد ایسی قوم پھر نابکار لوگوں کی قیادت میں ہی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور دل کھول کر ڈٹ کر، اکڑ کر اور تن کر پاک رسولوں کی تکذیب کی۔ پھر یہاں سے اُٹھے اور خدا کے نافرمانوں اور دھن دولت والوں کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔

رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدًا ۖ اِلَّا خَسَارًا

الہی! ان لوگوں نے میرا کہا نہیں مانا اور ان لوگوں کی اتباع کی جن کو ان کے مال اور ان کی اولاد نے صرف گھائے میں ڈالا۔

یہ عام بیماری ہے کہ دنیا دھن دولت والوں کا احترام کرتی ہے۔ اللہ والوں کی کوئی نہیں سندا دیکھ لیجئے:

بَحَدُوْا بِآیٰتِ رَبِّہُمْ وَعَصَوْ رُسُلَہٗ وَاتَّبَعُوْا اَمْرَ کُلِّ جَبّٰرٍ عَنِیْدٍ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## قوم نوح۔ قرآن کریم کے آئینہ میں

انہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سخت گیر اور دشمن (خدا) کے کلمہ پر چلتے رہے۔  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا کہ ان کی تو کسی نے نہ سنی، لیکن:

فَاتَّبِعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ انہوں نے فرعون کے ہر حکم کا اتباع کیا۔

آہ! یہی کچھ آج ہو رہا ہے۔ اہل دل اور اکابر دین کی تو کوئی نہیں سنتا۔ اگر سنی جاتی ہے تو صرف ان کی، جن کے ہاتھ میں لٹھ اور جیب میں پیسے ہیں۔  
اناللہ وانا الیہ راجعون۔

### تقلیدِ آباء:

ایک اور روگ جو ان کو گھن کی طرح کھا گیا تھا، وہ آباء و اجداد کی اندھی تقلید اور ان کی رسوماتِ باطلہ کی پیروی تھی۔ اس نے تو ان سے نیکی کی استعداد اور توفیقِ خیر بھی چھین لی تھی۔ جب کبھی ان کے سامنے حق کی کوئی بات رکھی جاتی تو وہ ہمیشہ یہ کہہ کر اسے ٹھکرا دیتے کہ:  
”خدا جانے! یہ باتیں کہاں سے نکال کر لے آتے ہو۔ آخر باپ دادا ہمارے بھی تو ہیں انہوں نے تو ہمیں کبھی کوئی ایسی بات نہیں سنائی۔ دراصل تم ہمیں ہمارے آباء و اجداد سے رشتے کاٹ کر پھینک دینا چاہتے ہو۔“

تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّوْنَ عَنَّا كَانِ يَعْبُدُ آبَاءَنَا

تم چاہتے ہو کہ جن کو ہمارے آباء و اجداد پوجتے چلے آتے ہیں۔ ان (کی غلامی) سے تم ہمیں روک دو۔

آباء و اجداد کا جائز احترام اور ان کے مفید تجربات سے استفادہ کرنا ایک جائز ضرورت ہے۔ لیکن ان کی اندھی تقلید گناہ ہے۔ ماضی کے تجربات کی اساس پر مستقبل کی تعمیر ہوتی ہے لیکن تقلید کے محور پر ہزاروں سال گھومتے رہنے سے انسان ایک انج بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تقلید خود اعتمادی کی دشمن، حرکت کے خلاف ایک جارحیت، اور حرارتِ عمل کے لئے اوس سے بھی بدتر شے ہے۔ مقتدا باپ دادا ہوں یا بزرگانِ دین۔ تقلید کے میدان میں ان کی حیثیت ”محاکمہ“ کی ہوتی ہے۔ قرآن و حدیث کا کچھ ارشاد ہو، ان کو اعتماد اپنے پیشوا پر رہتا ہے۔ جس کو وہ قبول کر لیں۔ اس کو وہ بھی آنکھوں پر رکھ لیں گے۔ ورنہ اس کو رو کر دیں گے۔

### صدائے حق سے فرار:

حضرت نوح علیہ السلام جس قدر ان کو اپنی طرف بلاتے تھے۔ یہ لوگ اتنا ہی الٹا چلتے اور بھاگتے تھے۔ کانوں میں انگلیاں ٹھوس لیتے اور منہ چھپا کر کھسک جاتے تھے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْنَا وَنَهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا وَاسْتَكْبَرُوا وَاسْتَكْبَرُوا

(حضرت نوح نے) کہا الہی میں نے اپنی قوم کو رات کے وقت بھی پکارا اور دن کے وقت بھی (بلایا) تو میرے بلانے کا ان پر یہ اثر ہوا کہ جتنا زیادہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## قوم نوح۔ قرآن کریم کے آئینہ میں

بلایا اتنا ہی زیادہ بھاگے اور جب میں نے ان کو بلایا کہ (یہ تیری طرف رجوع ہوں اور) تو ان کے گناہ معاف فرمائے، انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوس لیں اور (اوپر سے) اپنے کپڑے اوڑھ لیے (کہ ان کو میری صورت دکھائی نہ دے) اور ضد کی اور شیخی میں آکر اکڑ بیٹھے۔ یہ ذہینت کفار اور متکبرین میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔ صدائے حق کے سامنے تن جاتے ہیں یا کوسوں دور بھاگنے کی کرتے ہیں۔ دوسرے مقام پر اسی ذہنیت کی یوں تصویر کھینچتی ہے:-

**فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ كَانَهُمْ حُرٌّ مُسْتَنْفِرَةٌ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ**

تو اب ان کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ جنگلی گدھے ہیں (اور) شیر (کی صورت) سے بدک کر بھاگتے ہیں۔ گدھے کی فطرت ہے کہ اگر وہ وحشی اور جنگلی ہے تو وہ بدک کر بھاگے۔ اگر غیر وحشی اور پالتو ہے تو جب اس کو آگے کی طرف کھینچو گے تو وہ پیچھے کی طرف گرے گا۔ تن جائے گا۔ اکڑے گا۔ بعینہ یہی کیفیت ان کی ہے۔

### مادہ پرستی:

مادیات سے بے نیازی ناممکن ہے۔ لیکن ایسا انہماک کہ ان کے پرے خدا بھی نظر نہ آئے۔ بہت بڑی کافری ہے۔ مگر آہ! قوم نوح بھی اسی خوف الذکر مرض میں مبتلا تھی۔ خود خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ (پسر نوح) نے اس میدان میں جو کردار پیش کیا وہ اس کی پوری پوری نشان دہی کرتا ہے۔ بدکرداروں کو کيفر کردار تک پہنچانے کے لئے پھر اہو اسلاب بلا اور طوفان اٹھا اور خدا کا غضب بن کر ساری آبادی پر چھا گیا۔ مگر افسوس! اس وقت بھی اس کی نگاہ مادی وسائل پر ہی لگی رہی اور اپنے شفیق باپ نبی کو یہ کورسا جواب دے ڈالا۔

**وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يُبْنَىٰ اَزْكَبَ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ قَالَ سَاوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ط قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ ط وَحَالَ بَيْنَهُمُ الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ**

اور کشتی ان کو پہاڑ جیسی موجوں میں لیے جا رہی تھی اور (حضرت) نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ ان سے الگ تھا کہ بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کا ساتھ چھوڑ دے۔ وہ بولا کہ میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ (حضرت) نوح نے کہا آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ خود مہربانی کرے اور باپ بیٹے یہ باتیں کر رہے تھے کہ (دونوں کے درمیان میں ایک موج آحائل ہوئی) (اور) دوسروں کے ساتھ اس کو بھی غرق کر دیا گیا۔

یہ حادثہ بے خبری میں پیش نہیں آیا تھا بلکہ مدتوں پہلے علاقہ بھر میں اس کی دھوم تھی۔ مگر آہ! جب اللہ کے قہر کی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے ان کو نظر آئے۔ اس وقت بھی انہوں نے مادی وسائل پر تکیہ کیا۔ اور حق مثال نے ان کفار کے سلسلہ میں جس مایوسی کا اظہار کیا تھا۔ وہ بات آخر سچی ہو کر رہی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



### دیوانگی اور سادہ لوحی کا الزام:

ہر داعیِ حق اور اہل بصیرت پر فساق اور دشمنانِ عقل نے، پاگل پن، سادہ لوحی اور دیوانگی کا الزام لگایا ہے کہ یہ بچھلے وقتوں کے لوگ ہیں۔ ان کو موجودہ پیچیدگیوں اور جدید تقاضوں کا کیا پتہ؟ بہر حال یہ الزام حضرت نوح علیہ السلام پر بھی لگایا گیا، کہا:-

إِنَّهُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فُتِّرَبْصُوا بِهِ حَتَّى حِينٍ

ہونہ ہو بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے۔ سو ایک وقت (خاص) تک اس (کے انجام) کا انتظار کرو۔

ان کی ان گستاخانہ حرکتوں کو دیکھ کر آپ کے دل سے ہوک اٹھتی ہے اور بے ساختہ ان کی زبان سے یہ فریاد نکل جاتی ہے:-

رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَبُونِ  
الہی انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے (اب) تو ہی میری مدد فرما۔ (باقی آئندہ)



## کاش انساں کے دل میں غم انساں ہوتا

### کاش انساں کے دل میں غم انساں ہوتا

از عبد الرحمن عاجز مالیر کوٹلوی رحمانیہ دارالکتب لائل پور

کاش یوں دردِ دل زار کا درماں ہوتا	ذکر تیرا مری تسکین کا سماں ہوتا
جو مجھے دیکھتا انگشت بدنداں ہوتا	میں کچھ اس طرح تری راہ میں قرباں ہوتا
کوئی خنداں، کوئی حیراں، کوئی گریاں ہوتا	دیکھ کر شوقِ مدینہ میں تڑپتا میرا
فقرِ دولت سے نہ یوں دست و گریباں ہوتا	اہلِ دولت جو ادا کرتے حقوقِ فقراء
کاش انساں کے دل میں غم انساں ہوتا	بوئے الفت سے ملک اٹھتا چمن زارِ حیات
گر مسلمان حقیقت میں مسلمان ہوتا	یوں الجھتا نہ مسلمان سے مسلمان کوئی
تو اگر وقفِ رہِ سنت و قرآن ہوتا	یہ فسادات کے طوفان نہ اٹھتے ہر گز
یوں نہ دنیا پہ اگر دل ترا قرباں ہوتا	ہوتی سو جان سے دنیا ترے قدموں پہ نثار
تو اگر طارقِ خالدؓ مسلمان ہوتا	آج بھی ہوتی جہاں بانی ترے قدموں میں
زندگی بھر نہ کبھی مائل عصیاں ہوتا	یاد ہوتا تجھے اے دل، جو کہیں یومِ حساب
سامنے ہوتا اگر موت کا نقشہ عاجز!	
آدمی شوکتِ دنیا پہ نہ نازاں ہوتا،	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## سانحہ مشرقی پاکستان اور ہم

جناب انعام اللہ ساجد

ہر طرف شور آہ و بکا ہے، معصوموں کی دل دوز اور جگر سوز چیخیں ہیں، لہو کے چھینٹے ہیں، گوشت کے ٹکڑے ہیں، عصمتوں کے خون ہیں۔ اور ان سب کی قیمت ایک وحشیانہ قہقہے سے زیادہ نہیں۔ آہ یہ چیزیں اتنی سستی تو نہ تھیں۔ مسلمان تو ان کی حفاظت کی خاطر ہزاروں میل کا سفر گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر کر سکتا تھا مگر آج کوئی محمد بن قاسم موجود نہیں، کوئی طارق بن زیاد نہیں، کوئی موسیٰ بن نصیر نہیں، کوئی قتیبہ بن مسلم باہلی نہیں، جو خون کی قیمت خون ادا کرتا، جو ایک معصوم بچہ کے بدلے میں ہزاروں ظالموں کو پیچنے پر مجبور کر دیتا اور جو ایک عصمت کا انتقام لینے کی خاطر لاکھوں نشے خاک و خون میں لوٹا دیتا، لیکن نہیں ٹھہریے! کچھ ایسے بھی تو تھے کہ گولیوں سے اپنا سینہ اور چہرہ چھلنی کر دالینے کے باوجود اپنی مشین گن کا رخ دشمن کی طرف کیے ہوئے تھے اور دشمن کو بھی داد شجاعت دینے پر مجبور کر رہے تھے۔ کچھ ایسے بھی تو تھے جو صرف بیالیس ہونے کے باوجود پانسو چالیس کو جہنم واصل کر دینے کے بعد بھی زندہ تھے۔ زندہ تھے اور لڑ رہے تھے، اپنی آن کی خاطر، اپنے دین کی خاطر، اپنے وطن کی خاطر اور اپنے اللہ کی خاطر! کچھ ایسے بھی تو تھے جو بھوکے تھے، جو گھر چکے تھے اور جن کو کمک ملنے کی ذرا امید نہ تھی، لیکن ان خطرات سے بے نیاز، یہ جنت کے طالب، شیر کی طرح گرجتے تھے، عقاب کی مانند جھپٹتے تھے اور اپنے جلو میں لاکھوں بجلیاں بھرتے، دشمن کی صفوں کو خاکستر کرتے چلے جاتے تھے جو دشمن پر موت بن کر ٹوٹے اور قیامتیں ڈھا کر آگے نکل جاتے تھے۔ اور ایک جواں مرد ایسا بھی تو تھا جو ان س کا سپہ سالار تھا، جس نے جنگ شروع ہونے سے قبل اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ:-

”یہ جنگ فیصلہ کر دے گی کہ برصغیر میں اسلام رہے گا یا ختم ہو جائے گا۔“

جس کے عزائم سے دشمن اس قدر خوفزدہ تھا کہ اپنی فتح کی خاطر محاذ جنگ سے اس کی غیر موجودگی ضروری خیال کرتا تھا اور اس کے فرار کی افواہیں اڑاتا تھا، لیکن وہ وہیں موجود تھا، اور موجود رہا، میدان کارزار میں لڑتا رہا، نہ صرف اپنے ساتھیوں کے حوصلے بڑھاتا رہا بلکہ اپنے سے ہزار میل دور رہنے والوں کو بھی تسلیاں دیتا رہا اور جس نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ جب تک اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے، وہ ملک و ملت اور اسلام کی خاطر لڑتا رہے گا، جس نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا تھا کہ دشمن میری لاش پر سے گزر کر ہی ڈھاکہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ جس نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ اس وقت تک ہتھیار ہاتھ سے نہیں رکھے گا جب تک کہ یہ خود اس کے ہاتھوں سے نہ گر جائیں، مگر افسوس! کہ اسے نامعلوم حالات کی بنا پر ہتھیار دشمن کے حوالے کر دینے پڑے۔ بہر حال ایک چیز تو واضح ہے کہ ایک محاذ پر شکست قبول کر لی گئی اور دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے گئے۔ اپنی نوعیت کا یہ واقعہ اس قدر سنگین ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

قوم کے مجاہد! ملت اسلامیہ کے صف شکن سپاہیو! قصور تمہارا نہیں، قصور کسی ایک کا نہیں، قصور ہم سب کا ہے۔ تاریخ کے کٹہرے میں مجرم ہی مجرم کھڑے نظر آتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پاکستان کو قائم ہوئے آج چوبیس سال بیت گئے ہیں۔

### ارباب اقتدار بتائیں!

کیا انہوں نے لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر قائم ہونے والے اس ملک میں اسلامی آئین و قانون نافذ کیا؟ کیا انہوں نے چور کے ہاتھ کاٹے؟ زانی کو سنگسار کیا؟ راشی اور مرتشی کو سزا دی؟ ظالم کا ہاتھ پکڑا؟ مظلوم کی دادرسی کی؟ دھوکے باز سے باز پرس کی؟ ملاوٹ کرنے والے اور ذخیرہ اندوز کا محاسبہ کیا؟ کیا انہوں نے چور بازاری کو ختم کیا؟ صاحبِ نصاب سے زکوٰۃ وصول کی؟ کیا انہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے قالب میں ڈھالیں؟ کیا انہوں نے اپنے اور دوسروں کے لئے نماز کو ضروری خیال کیا؟ کیا انہوں نے چکلے ختم کئے؟ کیا انہوں نے سینما ہالوں میں تھرکتی، ناچتی، رنگین جونیوں پر پابندی لگائی؟ کیا انہوں نے نوجوانوں کی بے راہ روی کا کوئی علاج کیا؟ اور کیا انہوں نے ایسا نصابِ تعلیم رائج کیا جو اسلامی اقدار کا حامل ہو تا اور طلباء کو ان کی سابقہ روایات پر عمل پیرا ہونے میں مدد دیتا؟

### علماء کرام بتلائیں!

کیا انہوں نے قال اللہ و قال الرسول (ﷺ) کی صاپر لیک کہی؟ کیا انہوں نے **لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ** پر کبھی غور کیا؟ کیا انہوں نے **اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ** کی لطیف رمز کو پہچاننے کی کوشش کی؟ کیا انہوں نے دوسروں کو پند و نصائح اور اعظم کہتے وقت اپنے نفس کو بھی وعظ کہا؟ کیا انہوں نے دوسروں کو اعمالِ حسنہ کی ترغیب دینے کے بعد ان باتوں کو اپنے لئے بھی ضروری سمجھا؟ کیا انہوں نے خود اپنی زندگیاں اسلام کے سانچے میں ڈھالیں یا محض اپنی شکل و صورت اور لباس کو اسلامی بنا کر مطمئن ہو گئے؟ کیا انہوں نے اپنے مقتدیوں کو طہارت اور وضو کے طریقے سکھائے؟ کیا انہوں نے نماز کے فرائض اور سنن پر روشنی ڈالی؟ اپنے مقتدیوں میں صحیح اسلامی روح پھونکی؟ کیا انہوں نے امت مسلمہ کے فساد کے بجائے اتحاد و اخوت پر زور دیا؟ کیا وہ ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کرنے سے باز رہے؟ کیا اس ۲۴ سالہ مدت میں وہ فرقہ واریت کے جال سے باہر نکل سکے؟ کیا انہوں نے بشر اور نور، علم غیب اور حاضر و ناظر کے مسئلوں سے باہر نکل کر ملی تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی؟ کیا انہوں نے لومۃ لائم سے بے پرواہ ہو کر اور جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہہ کر افضل الجہاد کا مظاہرہ کیا اور ممبر رسول ﷺ کی لاج رکھ کر **اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ** کا مقدس فریضہ سرانجام دیا؟ کیا انہوں نے آپس میں الجھنے کی بجائے کبھی غیر مذاہب کے اسلام پر کیے جانے والے رکیک اور پست حملوں کا دفاع کیا؟ اور غیرت و حمیت دینی کا ثبوت فراہم کیا؟ **الاماء اللہ**

### مشائخ عظام بتلائیں!

کیا انہوں نے اپنے ارادت مندوں کو صرف اپنے دامن دولت سے وابستہ کر لینے کے بجائے وہ وسعتِ قلبی و ذہنی عطا فرمائی جو اسلام کا خاصہ ہے اور جس نے عرب کے بدوؤں کو شاہِ دوراں بنا دیا؟ کیا انہیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کا مقام اور دنیا میں ان کی اہمیت بتلائی یا ان کو اپنے در پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس حد تک ذلیل ہونے پر آمادہ کر لیا کہ وہ سگ کھلا کر اشرف المخلوقات ہونے سے انکار کرنے لگے؟ کیا انہوں نے اپنے اصحاب ارادت کے حقوق عبدیت کو ان کے خالق اور مالک تک ہی محدود رہنے دیا یا انہیں اپنے نام محفوظ کر لیا؟ کیا انہوں نے دوسروں کو زہد فی الدنیا کی ترغیب دیتے ہوئے خود ایک گودڑی، کچی کٹیا، روٹی کے چند نوالوں اور پانی کے چند گھونٹوں تک ہی اپنی زندگی کو محدود رکھا یا اس سے بغاوت کرتے ہوئے اپنے آپ کو شاہ وقت خیال کیا اور ان لوازمات زندگی سے اپنے آپ کو آراستہ کیا کہ ایک غریب آدمی کے لئے اس کا تصور بھی محال ہے؟ کیا انہوں نے بقول خود روپے پیسے کو لعنت، سونا چاندی کو زہریلا سانپ اور سامانِ قیث کو مومن کے لئے عملاً موت تصور فرمایا، یا ان کے بغیر اپنی زندگی کو نامکمل اور بے معنی قرار دیا؟ کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے اپنے ساتھیوں میں زمین ہی پر بیٹھنے کو افضل خیال فرمایا یا پھولوں کی سیج بھی ہوئی پاکی کو اپنا عرشِ عظیم قرار دیا جو انہی جیسے انسان، انہی کے ہم جنس، کمزور اور بھوکے انسان اپنے کندھوں پر اٹھا کے چلتے ہیں؟ کیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مطابق بانسری تک کی آواز کو حرام خیال کیا یا اسے ریڈیو اور رنڈی کے فحش گانوں، ٹیلی ویژن کے برہنہ شاہکاروں اور ڈھول ڈھمکے اور باجے تاشے جیسے شیطانی افعال تک وسعت بخشی؟ کیا انہوں نے انسان کو مساوات، اتحاد اور تنظیم اخوت کا درس دیا یا انہیں اپنے ہی جیسے بے بس انسان کا محتاج بنایا، گروہ بندی، فرقہ واریت اور تعصب کے زہریلے میخوں سے چھیدا اور صرف ”پیر بھائی“ ہونے کو اخوت کی بنیاد قرار دیا؟ کیا انہوں نے اپنے ساتھیوں میں پیدل چلنے کو سنت رسول قرار دیا یا ان کے نازک اعصاب نئے ماڈل کی شاندار لمبی اور چمکیلی کار کے محتاج ہو کر رہ گئے؟ کیا انہوں نے کبھی میدان کارزار میں حصہ لے کر، اپنے ارادت مندوں کے خیالات کو ابھار کر، ان کو ذہنی وسعت دے کر، انہیں مجاہد فی سبیل اللہ بنا کر اسلام کا آہنی حصار بنایا یا ان کو ذہنی اور جسمانی طور پر اس حد تک مفلوج اور اپانچ بنادیا کہ وہ انسانیت کے لئے بار بن کر رہ گئے؟ کیا انہوں نے اپنے شائقِ صادقین کو اسلامی معاشرہ کے لئے ایک نمونہ، حسن اخلاق کا مجسم اور تہذیب و تمدن کا بہترین نقاش بنایا یا انہیں زندگی سے اس حد تک بیزار کر دیا کہ انہیں تن ڈھانپنے کی ہوش نہ رہی اور وہ مجسم بے شرمی اور بے حیائی بن جانے کے باوجود تصوف کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو گئے؟ کیا انہوں نے غیر عورت پر اپنی نظروں کی بے حجابی کو حرام خیال فرمایا یا ان سے اپنے پاؤں دھلوانے اور جسم دبوانے کو اپنا استحقاق سمجھنے لگے؟ الاما شاء اللہ۔

### سیاسی لیڈر بتلائیں!

کیا انہوں نے کبھی کرسی کے علاوہ بھی کچھ سوچا؟ کیا انہوں نے اتحاد، اخوت اور مساوات کی تحریک بھی چلائی؟ کیا انہوں نے اصلاحِ معاشرہ کے لئے اپنی بہترین ذہنی صلاحیتوں کا استعمال فرمایا؟ کیا انہوں نے جنسی بے راہ روی کے متعلق کبھی سوچا؟ کیا انہوں نے قیث اور سامانِ قیث سے منہ موڑا؟ کیا وہ کبھی نفاذِ قوانینِ اسلامیہ کے لئے مجسم احتجاج بنے؟ کیا انہوں نے اسلامی نصابِ تعلیم کے رواج کے لئے بھی کبھی زور دیا؟ اور کیا انہوں نے خیالی زندگی سے نکل کر کبھی عملی زندگی میں بھی قدم رکھنے کی زحمت گوارا فرمائی؟ اور کیا انہوں نے کبھی مسجد کا منہ بھی دیکھا اور قرآنِ حکیم کے سمجھنے کی کوشش بھی فرمائی؟ الاما شاء اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## عوام بتلائیں!

ہم اپنے آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہم نے قرآنی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا؟ کیا ہم نے معاشرہ کی اصلاح کے لئے کبھی فرد کے فرائض پر غور فرمایا؟ کیا ہم نے اچھے شہری بننے کی کوشش کی؟ کیا ہم نے رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق پہچانے؟ کیا ہم نے حکومت پر نکتہ چینی کے علاوہ کبھی مفید مشورے بھی دیئے؟ کیا ہم نے نفوذِ قوانینِ اسلامیہ کے لئے بھی ہڑتالیں کیں، جلسے جلوس منعقد کیے؟ مظاہرے کیے؟ کیا ہم نے اپنے بچوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرایا؟ ان کو کوٹ پتلون اور کنگھی شیشہ کی دنیا سے باہر نکالنے کی کوشش کی؟ کیا ان کے اخلاق پر کڑی نظر رکھی؟ کیا انہیں بری محفلوں سے بچایا؟ کیا انہیں سوسائٹی کے آداب سکھائے؟ کیا انہیں سینما دیکھنے کے لئے جیب خرچ دینے سے ہاتھ روکا؟ کیا انہیں کبھی نماز نہ پڑھنے پر مارا پیٹا؟ کیا ہم دودھ میں پانی، مرچوں میں پیسی ہوئی اینٹیں، چائے میں چنوں کے چھلکے ملانے سے باز رہے؟ کیا دوکاندار حضرات نے بلیک مارکیٹ سے منہ موڑا؟ صحیح اور جائز منافع کا اصول اپنایا؟ اپنی چیز کی خامی سے گاہک کو مطلع فرمایا؟ مل مالکان نے گرانی کی روک تھام کی کوشش کی؟ اپنی مصنوعات کے نقص کو کبھی چپک کیا؟ مزدور کی مزدوری اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کی؟ کیا ہم نے بس میں سوار ہوتے وقت کبھی عورت کا احترام کیا؟ اور ہم میں سے کتنوں نے کسی کھڑی ہوئی بہن کو، جس کی گود میں بچہ بھی ہو سیٹ چھوڑ کر بیٹھنے کی پیش کش کی؟ کیا کسی دولت مند نے کسی غریب کا خیال رکھا؟ ان سے تحقیر آمیز الفاظ میں باتیں کرنے، ان کی عزت نفس کو پامال کرنے، ان پر ناجائز رعب جمانے سے احتراز فرمایا؟ کیا انہوں نے کبھی غریب آدمی کو بھی آدمیت کے مقام پر رہنے کی اجازت دی اور اس کو بھی اپنی طرح کا انسان سمجھا؟ کیا کار والوں نے کبھی کسی راہ چلتے راہ گیر، کسی غریب، کسی اندھے، کسی لنگڑے اور کسی بوڑھے نحیف و کمزور کو اس کی منزل تک پہنچانے کی پیش کش کی؟ کیا ہم نے کبھی تہذیب کے جامے میں رہ کر بات چیت کرنے کی کوشش کی؟ کیا لغو گوئی، بیہودہ گوئی، گالیاں بکنے اور فحش قسم کی گفتگو سے اجتناب فرمایا؟ کیا نوجوانوں نے کسی راہ چلتی طالبہ پر فقرے کسنے کو خلاف تہذیب سمجھا؟ خواتین کو اپنی مائیں اور بہنیں سمجھا؟ اپنی ہوس سے لپٹائی ہوئی نظروں کو ان پر پڑنے سے باز رکھا؟ اور انہیں دیکھ کر سیٹیاں بجانے کو مذموم خیال فرمایا؟ کیا خواتین نے کبھی مردوں کے دوش بدوش چلنے کی خواہش میں اپنی نسوانیت کے وقار کو بھی ملحوظ خاطر رکھا؟ کیا انہوں نے اپنے گھر کو ہی اپنی جنت سمجھا؟ کیا انہوں نے کبھی شوخ اور بھڑکیلے کپڑے پہن کر بازار میں چلنے میں حیا محسوس کی؟ کیا انہوں نے اپنے لپ شٹک زدہ چہروں کو غیر مردوں سے چپایا اور ننگے منہ بازار میں نکلنے میں جھجک محسوس کی؟ کیا انہوں نے کبھی ایسا لباس پہننے میں عار محسوس کی کہ جس پر خواہ مخواہ نظریں اٹھ جائیں اور جسے دیکھ کر تہذیب بھی شرم جائے؟ کیا انہوں نے کبھی سینما ہال میں جا کر سیٹیاں اور آوارہ فترات سننے میں تامل برتا؟ اپنے اجسام کے نشیب و فراز کو اجاگر کرنے میں کبھی سستی سے کام لیا؟ اپنی بہو بیٹیوں کو کبھی نسوانیت کے اعلیٰ مقام کو پہچاننے کی تاکید فرمائی؟ اور انہیں کبھی فاطمہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کی سیرت و کردار کے متعلق کچھ بتلایا؟

اس جنگ میں جس نے ہمارے ملک اور قوم کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں، ہم میں سے کتنوں نے ایک خدا کو پکارا؟ اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہو کر خشوع و خضوع سے اپنی عافیت اور فتح و نصرت کے لئے دعا مانگی؟ دشمن کو حقیر سمجھنے میں سوچ بوجھ سے کام لیا؟ یا علی، یاحیدری قسم کے شرکیہ نعروں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



سے پرہیز کیا؟ کیا ہم نے شرک اور توحید کے صحیح مقام کو پہچاننے کی کوشش کی؟ کیا ہم نے مادام نور جہاں کے نعمات کو جنگ جیتنے کا راز سمجھنے کی بجائے کبھی یہ خیال کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر عورت کی آواز کو سننا حرام قرار دیا ہے؟ اور کیا ہم نے جنگ سے قبل (اور بعد میں بھی) اپنے یا غیر ملکی ریڈیو پر سے فحش گانوں کی سماعت سے احتراز کیا؟

اگر وقت اور واقعات کا جواب نفی میں ہے تو پھر بتائیے کہ قصور کس کا ہے؟ کیا ہندوستان کے حاکموں کا جو اسلام کے ازلی دشمن ہیں؟ کیا چین اور امریکہ کا؟ جو کسی طرح بھی اسلام کے حامی نہیں ہو سکتے اور جن کے بارے میں خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يُؤْذُواكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۚ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ

”اے ایمان والو! اگر تم کفار کے پیچھے لگے تو یہ تمہیں اوندھے منہ گردا دیں گے اور تم ناکام و نامراد لوٹ جاؤ گے۔ یاد رکھو! اللہ ہی تمہارا ولی و مددگار ہے اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔“

تصور تو ہمارا اپنا ہے جو اپنے سب سے بڑے حامی و ناصر، زبردست طاقتور مالک کو بھول گئے جو قادر مطلق ہے جو وحدہ لا شریک ہے جو ساری دنیا کا رب ہے، ہم نے اس سے منہ موڑا، اس نے ہمیں فراموش کر دیا، ہم نے اس کے قرآن اور اس کے رسول ﷺ کی لا ج نہ رکھی، اس نے ہمیں رسوا کیا۔

محترم بزرگو! بھائیو! بہنو! برامانے کی بات نہیں، اگر مذموم افعال کا مرتکب ہونا اور ان سے نہ بچنا گناہ نہیں تو ان افعال کی نشاندہی کرنا بھی قطعاً گناہ نہیں۔

یہ غلطیاں، یہ گناہ، یہ جرائم جن کے ہم مجرم ہیں، اسی بات کے مقتضی تھے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے، شکست سے دوچار ہوتے اور پتھر کی بے جان مورتیوں کو خدا سمجھنے والے ہندو کے ہاتھوں، جس کے سامنے نہ کوئی نصب العین ہے اور نہ کوئی مقصد حیات، ہزیمت اٹھاتے۔

خداوند کریم نے تو صحابہ کرام تک کو معاف نہ کیا اور ایک چھوٹی سی غلطی کی، جو غفلت سے ان سے سرزد ہو گئی تھی، اتنی کڑی سزا دی کہ خود ذاتِ رسول (ﷺ) بھی اس کی زد سے محفوظ نہ رہی۔ کیا جنگِ احد کا واقعہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت نہیں ہے؟

آئیے خداوند کریم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ اگر ہم نے سچے دل سے اسے پکارا اور آئندہ کے لئے انہی غلطیوں کا اعادہ نہ کرنے کا عزم صمیم کر لیا جن کی وجہ سے ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ کا منحوس ترین واقعہ پیش آیا، تو ہم نہ صرف مشرقی پاکستان کو دوبارہ واپس لے سکیں گے بلکہ ظالموں سے ان کے ظلم کا انتقام بھی لے سکیں گے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم نے اپنی اصلاح نہ کی اور اپنی موجودہ حالت پر مطمئن رہے، اگر ہماری زندگیوں میں انقلاب نہ آیا تو ہم خدا نخواستہ مشرقی پاکستان کی طرح مغربی پاکستان کو بھی کھو بیٹھیں گے، ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ہمارا ملک سامراجیوں کے عزائم، سازشوں اور کفر سامانیوں کا اکھاڑہ بن جائے گا۔ خدا کرے ایسا کبھی نہ ہو! اور اگر ہم واقعی یہ چاہتے ہیں تو پھر ہمیں متحد اور منظم ہو کر یہ عہد کرنا چاہئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



کہ ہمارا بچہ بچہ سپاہی بن جائے گا اور ہمارا ہر فرد دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے گا اور ہم جو کچھ بھی ہیں اور جہاں بھی ہیں اپنی بقا اور خدا کے دین کی سربلندی کے لئے اس حد تک انفرادی اور اجتماعی کوششوں کو بروئے کار لائیں گے کہ دنیا ایک دفعہ پھر یہ ماننے پر مجبور ہو جائے۔

## ماہنامہ محدث لاہور "معاصرین کی نظر میں"

نومبر ۱۹۷۱ء

ماہنامہ "سیارہ" لاہور

"یہ فلمی رسالوں اور انجسٹوں کا دور ہے۔ فلم اور سنسنی خیز ڈائجسٹوں نے مل کر ملت کے مذاق و مزاج پر جو شبنون مارا اور ایمان و عقائد کو جس طرح خراب کیا ہے وہ ہم سب پر اظہر من الشمس ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس دور میں دینی جراند کا اجراء کیے ہوئے ہیں اور اس پر آشوب دور میں لوگوں کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ہمارے مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ موصوف گزشتہ ایک سال سے نہایت خوبصورت دینی مجلہ "محدث" نکال رہے ہیں۔ "محدث" ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ سفید کاغذ پر شائع ہوتا ہے۔ کتابت اور طباعت کے اعتبار سے پاکستان میں بہت کم جریدے ایسے ہوں گے جو اس کا مقابلہ کر سکیں۔ اس وقت ہمارے سامنے اکتوبر ۱۹۷۱ء کا شمارہ ہے، جس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر معرکہ آراء مضامین شامل ہیں۔

۱۔ اسلام یا جمہوریت (اداریہ) ۲۔ شعبان المعظم (نواب صدیق الحسن خان)

۳۔ عورت نکاح میں ولی کی محتاج کیوں ہے؟ (مولانا محمد) ۴۔ اصلاح معاشرہ کا اسلامی تصور (پروفیسر خالد علوی)

۵۔ مہدی اور مسیح دو یا ایک؟ (مولانا محمد عالم آسی امرتسری) ۶۔ تاریخ رقص (مولوی لطیف الدین صاحب)

۷۔ مفید الاحناف (مولانا محمد عبدالغفور بہاری)

"محدث" کتاب و طباعت کے علاوہ علمی اور تحقیقی اعتبار سے بھی بلند پایا رسالہ ہے، دینی ذوق رکھنے والوں کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔"

شوال المکرم ۱۳۹۱ھ

ماہنامہ "البلاغ" کراچی

"یہ علمی و دینی ماہنامہ تقریباً ایک سال سے نکلتا شروع ہوا ہے اور تقریباً ہر شمارہ صوری و معنوی خوبیوں کا حامل تھا، رسالہ کے مدیر اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن رسالہ کا موضوع اور عمومی مزاج مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو اچھا لانا نہیں، بلکہ مشترک دینی اقدار کا تحفظ، اسلام پر حملہ آور ہونے والے فتنوں کا دفاع اور مغربیت کے طوفان کا سد باب معلوم ہوتا ہے۔ ہم اس پرچے کا تہہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں اور اس کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔"

مئی ۱۹۷۱ء

ماہنامہ فاران کراچی

"ماہنامہ 'محدث' کے چار شمارے اب تک آئے ہیں اور ہر شمارہ:-

۱۔ نقاش نقش ثانی بہتر کشد زاول

۲۔ یہ خالص دینی مجلہ سلفی عقائد کا آئینہ دار اور کتاب و سنت کا ترجمان ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابھرا فق علم سے اک اور مجلہ  
دامن میں لیے سروچراغانِ محبت

(عاجز مالیک کو ٹلوی)

’محدث‘ اس حیثیت سے تمام رسالوں میں ممتاز ہے کہ دینی مدرسوں اور یونیورسٹیوں کے متعدد فاضل علماء اس کی ادارت سے وابستہ ہیں، مضامین میں خاصہ تنوع پایا جاتا ہے۔ مقالوں کی علمی سطح بلند ہے۔

’محدث‘ کے آخر میں خوشنما ناپ میں عربی کا ایک مقالہ ہوتا ہے، جس سے عربی جاننے والے توفائدہ اٹھا سکتے ہیں مگر اردو داں اور اراق الٹ کر ہی رہ جاتے ہیں، کاش! اس کا ترجمہ بھی دے دیا جاتا۔

رسالہ کا سرورق، کاغذ اور کتابت و طباعت دیدہ زیب اور حسین و جمیل، ہم ’محدث‘ کی کامیابی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مذہب بیزاری اور تجدید و آزاد خیالی کے دور میں جس حلقہ اور ادارے سے بھی حق کی آواز بلند ہو رہی ہے وہ پذیرائی اور تعاون کی مستحق ہے۔“

### وضاحت:

’محدث‘ میں شائع ہونے والے ہر عربی مقالے کا اردو ترجمہ آئندہ اشاعت میں پیش کیا جاتا ہے کہ عربی دان حضرات کے ساتھ اردو داں بھی مستفید ہو سکیں۔ اسی اشاعت میں اردو ترجمہ اس لئے پیش نہیں کیا جاتا کہ ہمارے اکثر عربی سمجھ سکنے والے بھی عربی سے مانوس نہیں ہوتے اس لئے وہ عربی مضمون کی بجائے اردو پڑھنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں جبکہ عربی مضمون کی اشاعت سے ادارہ ’محدث‘ کا مقصد عربی سمجھنے میں بے تکلفی بھی پیدا کرنا ہے۔ لہذا پہلی اشاعت میں عربی دان حضرات عربی مضمون سے فائدہ اٹھائیں گے تو اردو داں حضرات اگلی اشاعت میں اردو ترجمہ سے بہرہ ور ہو سکیں گے۔

بہت ممکن ہے کہ عربی سے نابلد حضرات یا تو عربی مضمون کی اہمیت نہ جاننے کی وجہ سے انتظار کی زحمت سے بچ جائیں ورنہ یہی انتظار ان کے شوق میں اضافہ کر دے جس سے وہ مضمون سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔

(ادارہ)

ستمبر ۱۹۷۱ء

ماہنامہ ”الحق“ اکوڑہ خٹک (پشاور)

مجلس ادارت کا تعلق اہل حدیث مکتب فکر سے ہے۔ پرچہ تحقیقی اور غیر معاندانہ انداز میں اصلاحی اور عملی مضامین پر مشتمل ہوتا ہے۔ کچھ مضامین مخصوص فقہی مسلک کے ترجمان ہوتے ہیں اور بعض میں وقت کے دینی فتنوں کا بھی مؤثر انداز میں محاسبہ ہو رہا ہے۔ مثلاً اشتراکی مغالطے اور ان کا دفعیہ اور سیرت رسول کریم و مستشرقین، حدیث کے بغیر قرآن فہمی مشکل ہے۔ تحریر و ترتیب دلکش اور شگفتہ ہے۔ معیار طباعت اور کاغذ عمدہ مگر ۴۸ صفحات میں سالانہ چندہ اس معیار کے دیگر رسائل سے قدرے زیادہ ہے۔ معزز معاصر کے اعلیٰ سے اعلیٰ معیار تک پہنچنے اور خدمت دین کی توفیق کی دعا ہے۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

### وضاحت:

اس وقت ملک میں جو دینی اور علمی رسائل شائع ہو رہے ہیں ان میں سے شائد ہی کوئی ایسا رسالہ ہو جو سفید کاغذ اور آفسٹ طباعت کے ساتھ اخراجات میں خود کفیل ہو۔ دینی رسائل و کجار و زانہ کثیر الاشاعت اخبارات جن کو سرکاری و غیر سرکاری اشتہارات کی بھرمار ہوتی ہے اور انہیں سینماؤں، بتلوں، بیمہ کمپنیوں اور بالتصویر اشتہارات وغیرہ کی بھی کوئی دینی پابندی ملحوظ نہیں ہوتی۔ کاغذ کی کمر توڑ گرائی اور کتابت و طباعت کی مہنگائی کے سبب آئے دن نقصان کا رونا روتے ہیں اور کئی کئی ماہ اپنے ملازمین کو تنخواہ تک نہیں دے سکتے۔ ان حالات میں ”محدث“ (جس کے خاص نمبر کے ساتھ سال بھر کے پرچوں کی ایک جلد ۶۰۰ صفحات والی کوئی کتاب ۱۰ روپے میں نہیں مل سکتی جبکہ ”محدث“ کے ماہوار آرٹ پیپر پر رنگین ٹائٹل اور ڈاک کے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔)

(ادارہ)

اس حقیقت پہ آہ کرتا ہوں

زندگی میں گناہ کرتا ہوں

تیری رحمت ہے بے کراں یارب!

صرف تجھ پر نگاہ کرتا ہوں!